ماہنامہ

لاہور

علمیت

جنوری

2026ء

2026
HAPPY NEW YEAR

سال 2025

عالمی ہائر ایجوکیشن میں ایشیائی طلباء کو امیگریشن جیسے مسائل کا سامنا رہا

پاکستان میں ہونہار سکالرشپ، لیپ ٹاپ سکیم، سکولوں کی اپ گریڈیشن کے باوجود

شرح خواندگی، معیار تعلیم اور یونیورسٹیوں میں ریسرچ جیسے مسائل بدستور موجود

یونیورسٹی آف اوکاڑہ کا تیسری کانووکیشن

رانا سکندر حیات نے یونیورسٹی آف اوکاڑہ میں مصنوعی ذہانت کے مرکز اور مرکز امتیاز کے قیام کا اعلان بھی کیا۔

یونیورسٹی آف اوکاڑہ کی تیسری کانووکیشن میں مجموعی طور پر 4,924 ڈگریاں اور 72 گولڈ میڈلز عطا کیے گئے۔ اس تقریب کی صدارت صوبائی وزیر برائے اعلیٰ تعلیم، رانا سکندر حیات نے کی۔ گزشتہ ایک برس کے دوران اپنی تعلیم مکمل کرنے والے 18 پی ایچ ڈی اسکالرز نے بھی اپنی ڈگریاں وصول کیں۔ تقریب کے مہمانِ خصوصی رانا سکندر حیات نے اپنے خطاب میں وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سجاد مبین کی قیادت میں یونیورسٹی آف اوکاڑہ کی تعلیمی اور بنیادی ڈھانچے کی ترقیاتی کاوشوں کو سراہا۔ انہوں نے فارغ التحصیل طلبہ کو مبارک باد دیتے ہوئے انہیں بڑے خواب دیکھنے اور محنت کے ذریعے روشن مستقبل کی تعمیر کی تلقین کی۔ وزیر برائے اعلیٰ تعلیم نے وائس چانسلر کی قیادت میں یونیورسٹی کی قومی اور بین الاقوامی درجہ بندی میں نمایاں بہتری پر بھی اطمینان کا اظہار کیا اور امید ظاہر کی کہ جلد ہی یونیورسٹی آف اوکاڑہ پاکستان کا اعلیٰ ترین درجہ رکھنے والا ادارہ بنے گی۔

پاکستان میں تعلیمی دنیا کا ترجمان

ماہنامہ

Monthly ILMIAT Lahore

علمیت

لاہور

جلد نمبر 08 | شمارہ نمبر 01 | جنوری 2026ء

Monthlyilmiat@gmail.com　www.ilmiatonline.com　facebook.com/ilmiat

چیف ایڈیٹر	ڈاکٹر رفاقت علی اکبر
ایڈیٹر	احمد علی عتیق
ڈپٹی ایڈیٹر	پروفیسر محمد شریف

مجلس ادارات

- میاں عمران مسعود
- عباس تابش
- محمد اقبال چاند
- مرزا کاشف
- چوہدری افتخار احمد

قانونی مشیر	مقصود ملک ایڈووکیٹ، لاہور ہائی کورٹ

نمائندگان

- محمد زین العابدین... میانوالی
- مزمل شبیر... بہاولپور
- مظفر اقبال... لودھراں

گرافکس ڈیزائنر	محمد سعید یعقوب

فہرست مضامین

اداریہ	05
ہماری جامعات میں انجینئرز اور ماہرین علم وفن کیوں پیدا نہیں ہو رہے	06
سال 2025: پاکستان اور دنیا میں تعلیم اصلاحات، تضادات اور علمی چیلنجز	08
خصوصی بچوں کی تعلیم اور ہمارا معاشرہ	11
مضامین کی بنیاد پر ورلڈ یونیورسٹی رینکنگز 2026 جاری	13

ضرورت نامہ نگاران

تعلیمی میگزین ماہنامہ ''علمیت'' لاہور کیلئے پاکستان بھر کے تمام تحصیل وضلعی مراکز سے نامہ نگاران کی ضرورت ہے۔ مکمل کوائف کے ساتھ رابطہ کریں۔ احمد علی، مینجنگ ایڈیٹر،
واٹس ایپ نمبر: 0333 4969330
ای میل: monthlyilmiat@gmail.com

برائے رابطہ　عبداللہ سینٹر، فلیٹ نمبر 04، اعوان ٹاؤن، لاہور　0333-4969330　0300-8878410

احمد علی پبلشر نے پرنٹر انتخاب جدید پریس سے چھپوا کر 56 لارکس کالونی گرڈ سٹیشن ایکسٹینشن II مغلپورہ روڈ گڑھی شاہو لاہور سے شائع کیا

قیمت فی شمارہ: -/200
زرِ تعاون سالانہ -/2000

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ②

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ ① جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ ②

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ⑤

تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔ ③ جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔ ④ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ ⑤

(سُورۃُ العَلَق آیات ۱ تا ۵)

حدیث رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَن سلَكَ طريقًا يلتَمِسُ فيهِ علمًا ، سَهَّلَ اللهُ لَهُ طريقًا إلى الجنَّةِ ،
جو شخص علم کی جستجو میں کسی راہ کا مسافر ہوا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتے ہیں۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

علامہ محمد اقبالؒ

ہمیں اپنی تعلیم کی پالیسی اور پروگرام کو اپنی عوام کے لیے موزوں، اپنی تاریخ وثقافت سے ہم آہنگ اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہے۔

(قائداعظم 27 نومبر 1947 پہلی تعلیمی کانفرنس)

مسلمان کیلئے سب سے بڑا خطرہ اگر کوئی ہے تو یہی کہ وہ خود اسلام کی تعلیم سے ناواقف ہو، خود یہ نہ جانتا ہو کہ قرآن کیا سکھاتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کیا ہدایت دے گئے ہیں۔ اس جہالت کی وجہ سے وہ خود بھی بھٹک سکتا ہے اور دوسرے دجال بھی اس کو بھٹکا سکتے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

فروغ علم اور تعلیمی سرگرمیوں سے آگاہی کے لئے ماہنامہ علمیت لاہور کے خریدار بنیں

اداریہ

2025 کا علمی منظرنامہ اور نئے سال کا عزم

گزشتہ سال گزشتہ سال 2025 میں پنجاب حکومت نے بہت سے تعلیمی منصوبے شروع کیے۔ لیکن عملی نتائج اس حساب سے دیکھنے میں نہیں آئے۔ صوبائی حکومت نے زیادہ تر فوکس اقتصادی اور تعلیمی اقدامات پر مرکوز رکھا۔ ہزاروں طلبہ اور طالبات میں لیپ ٹاپ تقسیم کیے گئے جس کے نوجوانوں پر اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ وزیر اعلی مریم نواز شریف کی ہر دل عزیزی میں اضافہ ہوا۔ ترقیاتی کارکردگی میں مناسب اضافہ ہوا۔ 1100 ہائی سکولز کو ہائر سیکنڈری کا درجہ دیا گیا، جو زیادہ تر دیہاتی علاقوں میں اپ گریڈ ہوئے۔ جس سے ان علاقوں میں سرکاری سکولوں میں داخلوں کی گنجائش کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو جائے گا۔ پروگرام کے تحت آئی ٹی لیبز بنائی گئیں اور طلبہ اور طلبات کو وظائف میں بھی اضافہ کیا گیا۔ تنخواہوں میں 10 فیصد اضاف ہوا جس پر اساتذہ تنظیموں نے سارا سال احتجاج جاری رکھا۔ اساتذہ پینشن سکیم اور الاؤنسز کے تحفظ کے اور اس کے بڑھانے کا برابر مطالبہ کرتے رہے۔۔ جامعات میں وائس چانسلرز کی تقرریاں کی گئیں۔ لیکن تمام صوبوں بلخصوص سندھ میں سی ایس پی افسران کی تقرریاں بھی بطور وائس چانسلر کے کی گئیں۔ جس کو تعلیمی حلقوں نے پسند نہیں کیا۔ پنجاب حکومت نے 1300 سکولوں کو آؤٹ سورس کیا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ کے پی کے نے بھی پنجاب حکومت کی پالیسی اختیار کی اور سکولوں کو اؤٹ سورس کیا۔ اس عمل کو بھی تعلیمی حلقوں میں پذیرائی نہیں ملی۔ ہائی سکولوں میں سربراہوں کی خالی آسامیوں کو بھی پر نہ کیا جا سکا۔ شرح خواندگی میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا۔ کسی حد تک اساتذہ کی مختلف گریڈز میں ترقی ہوئی، جسے اساتذہ نے سراہا۔ ادھر جامعات میں ایک سروے کے مطابق 25-2024 میں تعلیمی تعلیمی اداروں میں نئے داخلون کے حوالے سے 15 فیصد کمی دیکھنے میں آئی۔ پاکستان میں پبلک اور پرائیویٹ جامعات کی تعداد 269 ہے۔ سب سے زیادہ اثرات جنوبی پنجاب میں دیکھنے مین آئے، جہاں داخلوں کی شرح میں 30 فیصد کمی نوٹ کی گئی۔ اخبارات میں بار بار اشتہار دینے اور لیپ ٹاپ تقسیم کرنے سے بھی کوئی خاص اثرات مرتب نہیں ہوئے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ غربت، وسائل میں کمی اور نوجوانوں میں ملازمت کا دستیاب نہ ہونا ہے، برین ڈرین بھی اس کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ اداروں کا اندرونی اور بیرونی ماحول بھی کوئی خوشگوار نہیں۔ تعلیمی اداروں کے اردگرد ہاسٹلز ہوٹلز اور ریسٹورانوں میں سنگین واقعات دیکھنے کو ملے۔ ایک یونیورسٹی میں تو دو خودکشیاں بھی ہو چکی ہیں۔ دہشت گردی اور منشیات فروشی بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ خاص کر جامعات میں جلسے، جلوسوں اور احتجاج نے بھی ماحول کو خراب کیا۔ تعلیم میں تنزلی بھی زوال کا ایک اہم عنصر ہے۔ اس سلسلے میں وائس چانسلرز کو فیصلہ کرنے میں آزادی ہونی چاہیے اس سے تاکہ ان سے بھی پوچھ گچھ کی جا سکے ہمیں بھی اپنی افکار اور سوچ بدلنے ہوگی اور نظم اور یقین کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ سرکاری جامعات اور تعلیمی اداروں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا جس سے نوجوان اکیڈمیوں رخ کرتے ہیں۔ اداروں میں طالبات کو زیادہ سے زیادہ تحفظ دیا جائے موجودہ نظام غیر ہنرمند افراد پیدا کر رہا ہے جس کے باعث بے روزگاری کا سلسلہ شدت اختیار کر رہا ہے اس لیے تعلیم کو بامقصد بنایا جائے یونیورسٹیوں کو چارٹر دینے سے بھی حالات خراب ہوئے۔ جو بڑی بڑی یونیورسٹیاں بڑی کوٹھیوں میں کھلنا شروع ہو گئیں۔ جس سے تعلیم تجارتی بنیادوں پر چلے گئی۔ ہم وائس چانسلر کو اختیارات تو محدود دیتے ہیں ان سے توقع زیادہ رکھتے ہیں بقول حافظ شیراز یدرمیاں قعر دریا تختہ بندم کردہ بازمی گوئی کے دامن ترمکن ہوشیار باش (ترجمہ) مجھے ایک تختے کے ساتھ باندھ کر دریا کی گہرائی میں ڈال کر اور کہا جائے خبردار دامن بھیگنے نہ دینا اب بعض اطلاعات کے مطابق سرکاری کالجز کی اور آؤٹ سورسنگ بھی ہوگی۔ پہلے مرحلے میں صوبہ پنجاب میں 71 کالجز کی فہرست تیار کر لی گئی ہے۔ ان میں بہت سے دور دراز علاقوں میں واقع ہیں۔ حکومت الزام عائد کرتی ہے کہ یہ ادارے مطلوبہ نتائج فراہم نہیں کر رہے۔ اس سلسلہ میں تعلیمی بجٹ دو فیصد سے پانچ فیصد کیا جائے۔ تعلیم کے مسئلہ کا حل ژوٹ سورسنگ میں نہیں بلکہ اس سلسلہ میں ریاست اساتذہ کو صرف تدریسی ذمہ داریوں تک محدود کیا جائے۔ جامعات میں وائس چانسلر اور تعلیمی اداروں میں سربراہان کا تقرر کیا جائے زیادہ سے زیادہ لیبز کیم کی جائیں۔ تعلیم پر سرمایہ کاری [] میں اضافہ کیا جائے تعلیمی اداروں کو فروخت نہ کیا جائے بلکہ انہیں مالی طور پر مستحکم کیا جائے علامہ اقبال کا اساتذہ کرام کے لیے پیغام ہے خردمندان دانشمند جب کرنے پاتے ہیں ستارے توڑتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر رفاقت علی اکبر

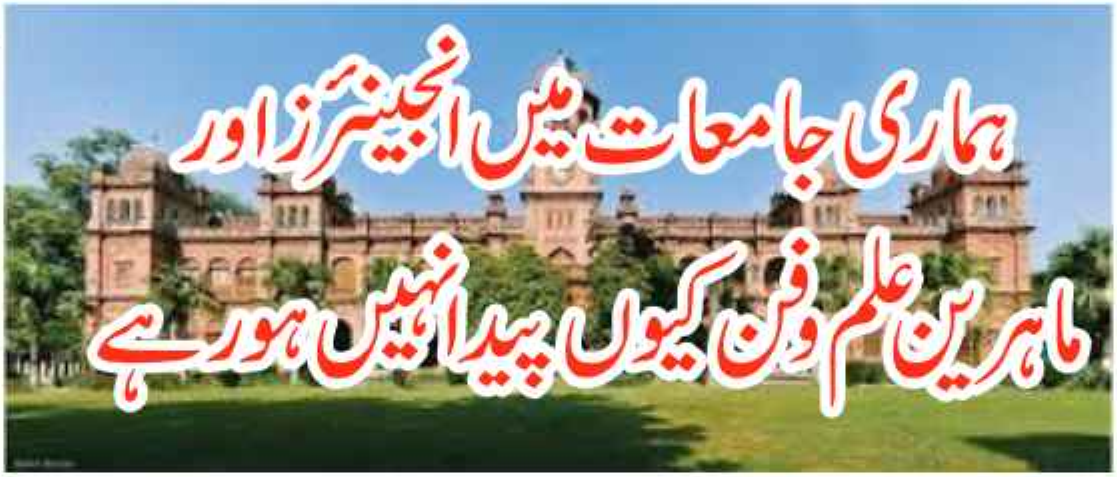

ہماری جامعات میں انجینئرز اور ماہرین علم وفن کیوں پیدا نہیں ہو رہے

تحریر پروفیسر ملک محمد شریف

پاکستانی یونیورسٹیوں کا انفراسٹرکچر کسی بھی بین الاقوامی یونیورسٹی سے کم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یونیورسٹیوں کی خوبصورتی کے باوجود انھیں مکمل آزادی حاصل وخود مختاری حاصل نہیں۔ یہاں کی جامعات کو گاہے بگاہے کرفیو کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مسلسل احتجاج اور جلسے جلوسوں کا سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔ یونیورسٹیاں بیرونی عناصر کی بھی آماجگاہ بنی رہتی ہیں۔ دنیا کی بہترین جامعات میں بحث مباحثے ہوتے ہیں، جن میں طلبہ طالبات میں ہر قسم کے موضوع پر گفتگو ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں طلبہ یونین پر پابندی ہے، وہ بحث مباحثہ کیوں کر سکتی ہیں۔ ہمیں گھوم پھر کر دیکھنا ہوگا کہ بیرونی جامعات کا ماڈل کیا ہے۔ کیا وہاں طلبہ پر پابندی ہے اور گھٹن کا ماحول ہوتا ہے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کئی پاکستانی خواتین حضرات سٹوڈنس یونین کے صدر رہ چکے۔ ہیں وہاں کسی بھی طالب علم میں پر پر پابندی نہیں کہ مذہب کو بھی پڑھے۔ طلبہ کو ہر طرح کی آزادی ہے کہ وہ ہر قسم کا سوال کر سکتے ہیں۔ ہماری جامعات صرف ڈگری ہی تقسیم نہیں کرنی چاہیے بلکہ کوئی حقیقی تحقیق بھی کرنی چاہیے۔ یہاں کوئی ویکسین کوئی دریافت کرنے کی بجائے تحقیق دو نمبر مجلوں میں شائع کرا دی جاتی ہے۔ تاکہ تنخواہوں میں اضافہ ہو جائے یا اگلے گریڈ میں ترقی مل جائے۔ اگر یونیورسٹیاں اور بھی بنالیں تو نتیجہ صفر ہی ہوگا۔ ہمیں مزید یونیورسٹیاں قائم کرنا بند کر دینی چاہییں۔ کسی پرائیویٹ یونیورسٹی کو نیا چارٹر نہ دیا جائے، موجودہ یونیورسٹیوں میں بین الاقوامی یونیورسٹیوں جیسا ماحول اور معیار پیدا کرنا ہوگا۔ اگر ہماری 10، 15 یونیورسٹیوں میں یہ کام ہو جائے تو تو خود بخود دوسری یونیورسٹیاں ٹھیک ہو جائیں گی۔ اس ماحول کو پیدا کرنے کے لیے ہمیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یونیورسٹیوں میں فیکلٹی اور طلبہ کو ہر وقت حاضری یقینی بنانا ہوگی۔ ہمارے ہاں ہر روز چل چلا ہی رہتا ہے۔ ہمارے ہاں بڑے بڑے تحقیقی اداروں کا حال پتلا ہے۔ ہماری یونیورسٹیوں کے معروف اداروں کی حالت مایوس کن ہے۔ تحقیق پر جمود طاری ہے کوئی بھی ادارہ فارغ و تحصیل اساتذہ کو کوئی معیاری طرز تعلیم نہیں دے سکا۔ یہاں اکثر طلبہ اور اساتذہ سے گفتگو کا موقع ملا ہے تو کوئی امید افزا صورتحال سامنے نہیں آتی۔ اگر ہماری جامعات ایسا ہی رویہ اپنائیں گی تو کوئی عمدہ کام نہیں ہو سکے گا پھر یہاں سے دانشور اور فلسفی بنانے کی بجائے صرف ملازمت کے متلاشی پیدا ہوں گے۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن بنانے کا مقصد یہ تھا کہ نوجوانوں کو وظائف دے کر دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں میں بھیجا جائے۔ وہاں سے اعلی تعلیم حاصل کر کے واپس آئیں۔ اپنے ملکی اداروں میں ملازمت کریں

انہیں اعلیٰ سطح کا معاوضہ دیا جائے اور وہ دل لگا کر ملک کی ترقی کے لیے کام کریں۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اگر کوئی کوئی نتیجہ نکلتا تو ملک کی زبوں حالی نہ ہوتی۔ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ بین الاقوامی یونیورسٹیوں میں سب سے زیادہ تعداد چینی اور بھارتی کی ہے۔ بھارتی طلبہ تعداد کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر ہیں۔ جبکہ پاکستانی طلبہ کی تعداد دونوں کے مقابلے میں نہایت کم ہے۔ بھارت اور چین نے امریکہ اور انگلینڈ کے تعلیمی اداروں میں ٹیکنالوجی سیکٹر میں اپنے ماہرین کو بھیجنے کے لیے ایک منظم طریقہ اپنا رکھا ہے۔ اگر ہماری جامعات اپنے طلبہ کو عالمی معیار کی آئی ٹی تربیت دیں۔ انٹرنیٹ وائی فائی کے ڈھانچے کو بہتر بنائیں۔ طلبہ کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی بہترین تعلیم دے کر ہم بھی جاب مارکیٹ میں چین اور بھارت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جامعات کو چاہیے کہ وہ کوڈنگ، ڈیٹا میں سائنس، مصنوعی ذہانت، کمپیوٹنگ ای کامرس، سائبر سیکیورٹی جیسے شعبوں میں بڑے پیمانے پر تربیتی پروگرام شروع کریں۔ تعلیمی اداروں میں جدید سائنس اور ڈگری کورسز متعارف کرائیں اور غیر ملکی زبانوں پر عبور کو اختیار کریں۔ اس طرح غیر ملکی کمپنیوں ہماری لیبر اور ہم ان کا حصہ بن سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہماری جامعات کو بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔ کیونکہ حالات میں ہمیشہ تبدیلی آتی رہتی ہے، پاکستان کی ریاست اور تعلیمی اداروں اور نوجوانوں کے پاس اب سنہری مواقع ہیں کہ وہ جدید دنیا میں اپنا مقام بنائیں۔ اگر جامعات نے ٹیکنالوجی کو قومی ترجیحات میں شامل کیا تو ہم اس خلا کو پر کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نے یہ مواقع ضائع کر دیے تو پاکستان ہمیشہ کے لیے پیچھے چلا جائے گا۔ ہمارے ہاں اب کچھ کچھ ایجادات اور نئی دریافتوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ حال ہی میں انٹرنیشنل انڈسٹریل ایکسپو میں لاہور یونیورسٹی اف ایجوکیشن نے شرکت کی اور اپنی 30 نئی ایجادات پیش کیں۔ طلبہ کی جانب سے 30 سے زائد نئی ایجادات متعارف کرا گئیں۔ اس سے کاروبار جہان فروغ پایا ہے وہاں ان میں نمایاں ایجادات حاصل کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوا ہے۔ ٹریفک کنٹرول سسٹم، مصنوعی ذہانت، زرعی بیماریوں کی تشخیص، انسانی بیماریوں کا علاج اور ہائبرڈ ڈپلیکیشن جیسے مسائل کو حل کرنے کے لیے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال ہمیں کامیاب قوموں میں جگہ دلا سکتا ہے۔۔ خوشخبری یہ بھی ہے کہ بیرون ملک مقیم پاکستانی نوجوانوں نے شعبہ اکاؤنٹنگ میں اہم کارنامہ سرانجام دیا ہے اے آئی کی تیار کردہ پلیٹ فارم کاروبار میں بھی معاونت کر رہے ہیں۔ برطانیہ اور کینیڈا میں مقیم انجینیئرنگ اور مصنوعی ذہانت کے کچھ ماہر طلبہ نے پاکستانی ٹیلنٹ کے اشتراک سے مصنوعی ذہانت کا ایک ایسا جدید پلیٹ فارم قائم کیا ہے۔ جس کے ذریعے فائنانسنگ اکاؤنٹنگ کو خود مختار بنایا جا رہا ہے یہ پلیٹ فارم بیک وقت تحقیق پراڈکٹس کی تیاری اور پاکستان میں اعلیٰ تعلیم یافتہ طلبہ کو ٹرانسفر اور ٹیکنالوجی کے ذریعے تربیت فراہم کر رہا ہے۔ اس سے کاروباری زندگی آسان ہو جائے گی۔ اس تحقیق کا سہرا پاکستانی نیاز ڈاکٹر کاشف محمود کے سر ہے۔ انہوں نے امریکن یونیورسٹی سے ڈبل پی ایچ ڈی کی ہے یہ پروڈکٹ ڈیزائننگ کرتے ہیں مصنوعی ذہانت بھی ان کا موضوع ہے دوسرے نبیل مرزا ہیں۔ ان کا بنکنگ میں کافی تجربہ ہے ان افراد میں تیسرے عمار محمود ہیں۔

سال 2025

پاکستان اور دنیا میں تعلیم اصلاحات، تضادات اور علمی چیلنجز

احمد علیسال 2025 تعلیم کے میدان میں محض ایک کیلنڈر سال نہیں بلکہ فکری کشمکش، پالیسی تجربات، عالمی میل جول اور گہرے تضادات کا سال ثابت ہوا۔ ایک طرف دنیا بھر میں تعلیمی کانفرنسیں، علمی مقابلے، ڈیجیٹل لرننگ اور مصنوعی ذہانت پر مبنی مباحث عروج پر رہے، تو دوسری جانب پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں بنیادی تعلیمی مسائل ہی خصوصاً اسکول سے باہر بچوں، کم بجٹ اور ادارہ جاتی کمزوریوں ہی نے اس تمام پیش رفت پر سوالیہ نشان قائم رکھا۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں 2025 کی تعلیمی سرگرمیوں، پالیسی فیصلوں اور عالمی تعلیمی تجربات کا سنجیدہ جائزہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ عالمی تعلیمی سرگرمیاں: علم کی دنیا میں حرکت 2025 میں عالمی سطح پر تعلیم کو درپیش چیلنجز پر مکالمہ غیر معمولی طور پر متحرک رہا۔ لندن میں منعقد ہونے والا Education World Forum ایک بار پھر دنیا بھر کے وزرائے تعلیم، پالیسی سازوں اور تعلیمی ماہرین کا مرکز بنا، جہاں تعلیمی عدم مساوات، ڈیجیٹل تقسیم اور مستقبل کی مہارتوں پر بحث کی گئی۔ اسی طرح International Greenwich Olympiad، World Maths Day اور امریکہ میں منعقدہ TechOlympics جیسے مقابلوں نے طلبہ کو تحقیق، STEAM تعلیم اور ٹیکنالوجی سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ایشیا میں International Education E-Learning Conference اور افریقہ میں IAU Conference (روانڈا) نے یہ واضح کر دیا کہ تعلیم اب قومی نہیں بلکہ عالمی مسئلہ بن چکی ہے، جس کے حل بھی مشترکہ فکری کاوش کے متقاضی

ہیں۔ پاکستان میں تعلیمی منظرنامہ: اصلاحات اور حقیقت کا تضاد مگر پاکستان کے اندرونی تعلیمی حالات پر نظر ڈالی جائے تو تصویر خاصی پیچیدہ دکھائی دیتی ہے۔ حکومت نے اگرچہ تعلیم کو قومی ترقی سے جوڑنے کے دعوے کیے، مگر زمینی حقائق یہ بتاتے ہیں کہ اسکول سے باہر بچوں کی تعداد 2 کروڑ 60 لاکھ تک جا پہنچی ہے، جبکہ تعلیم پر سرکاری اخراجات بدستور جی ڈی پی کے محض 8،0 فیصد کے قریب منجمد ہیں۔ اس پس منظر میں نجی شعبے سے "ایک فیصد منافع" تعلیم کو دینے کی امید ایک ایسی سوچ کو ظاہر کرتی ہے جو ریاستی ذمہ داری کو خیرات میں بدلنے کے مترادف ہے ہی حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ کسی بھی ملک نے، خصوصاً پچیس کروڑ آبادی والے معاشرے نے، اپنا عوامی تعلیمی نظام کارپوریٹ عطیات کے سہارے مضبوط نہیں کیا۔ پاکستان میں 2025 کی تعلیمی پالیسیوں کا خلاصہ 2025 میں پاکستان نے تعلیم کو قومی ترقی سے جوڑنے کی سنجیدہ کوشش کی۔ ڈیجیٹل تعلیم اور لیپ ٹاپ اسکیموں کے ذریعے ٹیکنالوجی تک رسائی بڑھائی گئی۔ نصاب اور امتحانی نظام میں اصلاحات کی گئیں تاکہ رٹا سسٹم کی جگہ تنقیدی سوچ کو فروغ دیا جا سکے۔ اساتذہ کی تربیت اور اسکول مانیٹرنگ کے نظام کو ڈیجیٹل بنایا گیا۔ اسکالرشپس اور میرٹ پر مبنی سہولیات کے ذریعے اعلیٰ تعلیم کو فروغ دیا گیا۔ ان اقدامات کا مقصد پاکستانی طلبہ کو عالمی معیار کے قریب لانا تھا، مگر جب یہی طلبہ امریکہ یا یورپ کا رخ کرتے ہیں تو انہیں کئی نئے اور پیچیدہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پالیسی اصلاحات: امید کی

کرنیں اور سوالات 2025 میں کچھ پالیسی فیصلے بلاشبہ مثبت بھی رہے۔ نیشنل انٹر بورڈز کوآرڈینیشن کمیشن (IBCC) کی جانب سے SSC اور HSSC میں مضامین کے آزادانہ انتخاب کی اجازت ایک تاریخی قدم ہے، کیونکہ کم عمر طلبہ سے مستقبل کے قطعی فیصلوں کی توقع غیر حقیقی تھی۔ پنجاب میں لیپ ٹاپ اسکیمیں، ای۔مارکنگ، اساتذہ کی ریشنلائزیشن، Early Childhood Education مراکز اور تعلیمی بجٹ میں اضافہ اصلاحی کوششوں کی علامت ہیں۔ سندھ میں ڈیجیٹل اسکول مانیٹرنگ اور ہر ضلع میں IGCSE/A-Level ٹریک متعارف کرانے کا اعلان معیار کی بہتری کی خواہش کو ظاہر کرتا ہے، جبکہ وفاقی سطح پر FDE روڈ میپ اور خان اکیڈمی کے ساتھ AI-based تعلیم کا معاہدہ مستقبل کی سمت اشارہ کرتا ہے۔ تاہم ان تمام اقدامات کے ساتھ پنجاب میں ہزاروں سرکاری اسکولوں اور حتیٰ کہ انٹر کالجز کی نجکاری ایک ایسا متنازع تجربہ ہے جس کے نتائج کا فیصلہ وقت کرے گا۔ اگرچہ سرکاری اسکول دہائیوں سے معیاری تعلیم فراہم کرنے میں ناکام رہے، مگر ریاستی نظام سے مکمل انخلا بھی ایک سنجیدہ خطرہ ہے۔ بیرونِ ملک تعلیم اور پاکستانی طلبہ کی مشکلات 2025 نے پاکستانی طلبہ کے لیے بیرونِ ملک تعلیم کو مزید دشوار بنا دیا۔ امریکہ میں ویزا قوانین کی سختی کے باعث بین الاقوامی داخلوں میں نمایاں کمی آئی، جبکہ برطانیہ میں ہوم آفس کی پالیسیوں نے پاکستانی درخواست دہندگان کو اجتماعی بداعتمادی کا نشانہ بنایا۔ چند بدکردار عناصر کے باعث ہزاروں اہل اور محنتی طلبہ کے مواقع محدود ہو جانا عالمی تعلیمی نظام کی ناانصافی کو بے نقاب کرتا ہے۔ عام تاثر کے برعکس، امریکہ اور یورپ میں تعلیم مسائل سے پاک نہیں۔ امریکی جامعات میں شدید تعلیمی مسابقت، مسلسل اسائنمنٹس، بلند فیسیں اور ویزا کی غیر یقینی صورتحال طلبہ کو ذہنی دباؤ، اضطراب اور burnout کی طرف دھکیل رہی ہیں۔ یورپ میں زبان اور ثقافت کی رکاوٹیں، خود مختار (self-directed) تعلیمی نظام اور مہنگی رہائش طلبہ کی علمی شمولیت کو متاثر کرتی ہیں۔ ان دونوں خطوں میں ذہنی صحت کا بحران اور تعلیم کا تجارتی تصور ایک مشترکہ مسئلہ بن چکا ہے، جہاں ڈگری کی قدر علم سے زیادہ اور روزگار تحقیق پر غالب دکھائی دیتا ہے۔ امریکہ میں زیرِ تعلیم طلبہ کو علمی اور تعلیمی سطح پر متعدد سنجیدہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امریکی جامعات میں تعلیمی ماحول انتہائی مسابقتی ہوتا ہے، جہاں طلبہ کو مسلسل اسائنمنٹس، ریسرچ پیپرز، پریزنٹیشنز اور مختلف پروجیکٹس کی صورت میں سخت دباؤ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ GPA برقرار رکھنے کا شدید پریشر بھی طلبہ کی ذہنی صحت کو متاثر کرتا ہے، جس کے نتیجے میں stress، anxiety اور burnout جیسے مسائل عام ہوتے جا رہے ہیں۔ دوسری جانب امریکہ میں تعلیم کی بلند لاگت بھی ایک بڑی رکاوٹ ہے، کیونکہ بھاری ٹیوشن فیس کے علاوہ رہائش، ہیلتھ انشورنس اور کتب کے اخراجات بین الاقوامی طلبہ کے لیے مالی دباؤ میں اضافہ کرتے ہیں، جس سے ان کی تعلیمی توجہ متاثر ہوتی ہے اور بعض

اوقات کئی طلبہ تعلیم ادھوری چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ ویزا اور امیگریشن پالیسیوں میں غیر یقینی صورتحال بھی طلبہ کے لیے تشویش کا باعث بنتی ہے، کیونکہ F-1 ویزا قوانین میں سختی اور OPT یا H-1B کے غیر یقینی امکانات طلبہ کے مستقبل کو غیر محفوظ بنا دیتے ہیں اور ان کی تعلیمی و پیشہ ورانہ منصوبہ بندی متاثر ہوتی ہے۔ اسی طرح یورپ میں بھی طلبہ کو مختلف علمی چیلنجز کا سامنا رہتا ہے۔ اگرچہ یورپ کی کئی جامعات میں پروگرام انگریزی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں، لیکن روزمرہ زندگی میں مقامی زبان کا دباؤ اور کلاس روم میں ثقافتی فرق طلبہ کی academic participation کو متاثر کرتے ہیں۔ یورپی تعلیمی نظام میں self-directed learning کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جہاں اساتذہ کی رہنمائی محدود ہوتی ہے، اس لیے وہ طلبہ جو روایتی تدریسی نظام سے آتے ہیں، انہیں تحقیق، تنقیدی مطالعہ اور آزادانہ سیکھنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس کے علاوہ معاشی اور رہائشی مسائل بھی یورپ میں زیرِ تعلیم طلبہ کی کارکردگی پر اثر انداز ہوتے ہیں، کیونکہ مہنگی رہائش اور پارٹ ٹائم کام کی محدود اجازت انہیں مالی دباؤ میں مبتلا کر دیتی ہے، جس سے تعلیمی یکسوئی متاثر ہوتی ہے۔ امریکہ اور یورپ دونوں میں طلبہ کو کچھ مشترکہ علمی مسائل بھی درپیش ہیں، جن میں سب سے نمایاں ذہنی صحت کا بحران ہے۔ 2025 میں عالمی سطح پر طلبہ میں ڈپریشن، تنہائی اور شناخت کے بحران جیسے مسائل بڑھتے جا رہے ہیں، مگر افسوس کہ تعلیمی پالیسیوں میں اکثر اس پہلو کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح تعلیم کے تجارتی تصور نے بھی ایک نیا مسئلہ پیدا کر دیا ہے، جہاں تعلیم کو علم کے بجائے مارکیٹ پروڈکٹ کے طور پر دیکھا جا رہا ہے، ڈگری کی قدر علم سے زیادہ سمجھی جاتی ہے اور روزگار کو تحقیق پر ترجیح دی جا رہی ہے۔ یہ رجحان تعلیم کی اصل روح کو کمزور کرتا ہے اور علم و تحقیق کی بنیاد پر ترقی کے امکانات کو محدود کر دیتا ہے۔ مصنوعی ذہانت: نجات دہندہ یا فریب؟ 2025 کی تعلیمی بحث مجموعی طور پر سال 2025 نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ تعلیم محض پالیسی اعلانات، کانفرنسوں یا ٹیکنالوجی کے نعروں سے بہتر نہیں ہوتی۔ چاہے پاکستان ہو یا امریکہ و یورپ، اصل چیلنج تعلیم کو انسانی، علمی اور سماجی تناظر میں دیکھنے کا ہے۔ جب تک تعلیم کو خیرات، سیاست یا محض روزگار کے زاویے سے نکال کر علمی ارتقا، تنقیدی فکر اور ذہنی صحت کے مرکز میں نہیں رکھا جائے گا، تب تک اصلاحات ادھوری رہیں گی۔ 2025 ایک سوال چھوڑ کر رخصت ہوا ہے: کیا ہم تعلیم کو واقعی ترجیح بنانے کے لیے تیار ہیں، یا اگلا سال بھی محض امیدوں اور اعلانات کی نذر ہو جائے گا؟ ث میں مصنوعی ذہانت (AI) کا ذکر کیے بغیر بات مکمل نہیں ہوتی۔ عالمی سطح پر نہ تو اس بات پر اتفاق ہو سکا کہ AI تعلیم کو کیسے بدلے گی، اور نہ ہی اس کے اخلاقی و تعلیمی اثرات پر کوئی واضح لائحہ عمل سامنے آیا۔ اس کے برعکس مقامی بیوروکریسی کا یہ یقین کہ AI خود بخود تمام تعلیمی مسائل حل کر دے گی، عملی منصوبہ بندی سے فرار کی علامت معلوم ہوتا ہے۔

خصوصی بچوں کی تعلیم اور ہمارا معاشرہ

نبیلہ حنیف

کسی بھی مہذب اور ترقی یافتہ معاشرے کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے کمزور، محتاج اور خصوصی افراد کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرتا ہے۔ خصوصی بچے، جنہیں جسمانی، ذہنی، سماعتی، بصری یا سیکھنے میں کسی نہ کسی قسم کی دشواری کا سامنا ہوتا ہے، ہمارے معاشرے کا ایک اہم حصہ ہیں۔ یہ بچے کسی بوجھ یا کمزوری کی علامت نہیں بلکہ قدرت کی طرف سے دی گئی ایک ذمہ داری ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت نہ صرف ان کی ذاتی نشوونما کے لیے ضروری ہے بلکہ ایک متوازن، باہمدرد اور ترقی یافتہ معاشرے کی تشکیل کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ خصوصی بچوں سے مراد کون ہیں؟ خصوصی بچوں سے مراد وہ بچے ہیں جو پیدائشی یا حادثاتی طور پر عام بچوں سے مختلف صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ ان میں درج ذیل اقسام شامل ہوسکتی ہیں: جسمانی معذوری رکھنے والے بچے ذہنی پسماندگی کا شکار بچے سماعت یا گویائی سے محروم بچے بصارت سے محروم بچے سیکھنے میں دشواری رکھنے والے بچے (Learning Disabilities) آٹزم اور ڈاؤن سنڈروم کے شکار بچے یہ بچے عام بچوں کی طرح ہی احساسات، خواہشات، صلاحیتیں اور خواب رکھتے ہیں، مگر انہیں ان خوابوں کو پورا کرنے کے لیے خصوصی توجہ اور سہولیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام اور خصوصی بچوں کی تعلیماسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو ہر انسان کو عزت، احترام اور حقوق فراہم کرتا ہے۔ قرآن و حدیث میں کمزور اور محتاج افراد کے ساتھ حسن سلوک کی بارہا تلقین کی گئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ہمیشہ بیمار، معذور اور کمزور افراد کے ساتھ شفقت اور محبت کا رویہ اختیار فرمایا۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ: کسی انسان کو اس کی کمزوری کی وجہ سے کمتر نہ سمجھا جائے علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے معذوری کسی انسان کی قدر و قیمت کو کم نہیں کرتی لہٰذا خصوصی بچوں کی تعلیم اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ خصوصی بچوں کی تعلیم کی اہمیتخصوصی بچوں کی تعلیم درج ذیل وجوہات کی بنا پر نہایت اہم ہے: خود اعتمادی کی بحالیتعلیم خصوصی بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرتی ہے اور انہیں احساسِ کمتری سے نکالتی ہے۔ معاشرتی شمولیت تعلیم یافتہ خصوصی بچے معاشرے کا فعال حصہ بن سکتے ہیں۔ انحصار سے خود کفالت تک تعلیم انہیں دوسروں پر بوجھ بننے کے بجائے خود کفیل بناتی ہے۔ صلاحیتوں کا فروغبہت سے خصوصی بچوں میں غیر معمولی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں جو درست رہنمائی سے نکھر سکتی ہیں۔ ہمارے معاشرے کا رویہبد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں خصوصی بچوں کے ساتھ رویہ اکثر منفی اور افسوسناک ہوتا ہے۔ لوگ انہیں ہمدردی کے بجائے ترس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بعض اوقات: انہیں چھپایا جاتا ہے تعلیم سے محروم رکھا جاتا ہے سماجی سرگرمیوں سے دور رکھا جاتا ہے طنز و تمسخر کا نشانہ بنایا جاتا ہے یہ رویہ نہ صرف غیر انسانی ہے بلکہ معاشرتی زوال کی علامت بھی ہے۔ خاندانی سطح پر ذمہ داریاں خصوصی بچوں کی تعلیم میں سب سے اہم کردار والدین کا ہوتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ: بچے کو اللہ کی نعمت سمجھیں اس کی معذوری کو سزا نہ سمجھیں ماہرین تعلیم اور ڈاکٹروں سے مشورہ لیں بچے کو اعتماد، محبت اور حوصلہ دیں تعلیم کے مواقع فراہم کریں ایک باشعور خاندان ہی ایک مضبوط معاشرے کی بنیاد رکھتا ہے۔ تعلیمی اداروں کا کردار خصوصی بچوں کی تعلیم کے لیے خصوصی تعلیمی ادارے اور تربیت یافتہ اساتذہ نہایت ضروری ہیں۔ تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ: خصوصی نصاب تیار کریں تربیت یافتہ اساتذہ تعینات کریں Inclusive Education کو فروغ دیں جدید آلات اور سہولیات فراہم کریں اس کے ساتھ ساتھ عام اسکولوں میں بھی خصوصی بچوں کے لیے دوستانہ ماحول

بنایا جانا چاہیے۔ حکومت کی ذمہ داریاں ریاست کا فرض ہے کہ وہ ہر شہری کو تعلیم کا حق فراہم کرے، چاہے وہ کسی بھی حالت میں ہو۔ حکومت کو چاہیے کہ: خصوصی تعلیمی پالیسیز بنائے خصوصی اسکولوں کی تعداد میں اضافہ کرے اساتذہ کی تربیت پر توجہ دے والدین کو مالی اور اخلاقی مدد فراہم کرے خصوصی بچوں کے حقوق کا تحفظ کرے قانون سازی کے ساتھ ساتھ ان قوانین پر عمل درآمد بھی بے حد ضروری ہے۔ میڈیا کا کردار میڈیا رائے عامہ کو ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ میڈیا کو چاہیے کہ: خصوصی بچوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرے مثبت کہانیاں نشر کرے شعور و آگاہی مہمات چلائے منفی اصطلاحات اور رویوں سے اجتناب کرے مثبت میڈیا کوریج معاشرتی سوچ بدلنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ این جی اوز اور سماجی ادارے غیر سرکاری تنظیمیں خصوصی بچوں کی تعلیم میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ یہ ادارے: مفت یا کم خرچ تعلیم فراہم کرتے ہیں والدین کی رہنمائی کرتے ہیں۔

معاشرتی آگاہی پھیلاتے ہیں روزگار کے مواقع پیدا کرتے ہیں ان اداروں کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی بے حد ضروری ہے۔ چیلنجز اور مسائل خصوصی بچوں کی تعلیم میں کئی رکاوٹیں درپیش ہیں، جیسے: غربت شعور کی کمی تربیت یافتہ اساتذہ کی قلت سماجی تعصب مناسب سہولیات کی عدم دستیابی ان مسائل کا حل اجتماعی کوششوں سے ہی ممکن ہے۔ حل اور تجاویز خصوصی بچوں کی تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں: والدین اور اساتذہ کی تربیت Inclusive Education کا فروغ خصوصی بچوں کے لیے وظائف معاشرتی رویوں میں مثبت تبدیلی مذہبی و سماجی رہنماؤں کا کردار یہ تمام اقدامات مل کر ایک بہتر مستقبل کی ضمانت بن سکتے ہیں۔ نتیجہ خصوصی بچوں کی تعلیم صرف ایک سماجی ضرورت نہیں بلکہ ایک اخلاقی، انسانی اور دینی فریضہ ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جو اپنے خصوصی بچوں کو نظر انداز کرتا ہے، وہ کبھی حقیقی ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے رویوں میں تبدیلی لائیں، شعور کو فروغ دیں اور خصوصی بچوں کو وہ مقام دیں جس کے وہ حق دار ہیں۔ اگر ہم آج خصوصی بچوں کی تعلیم میں سرمایہ کاری کریں گے تو کل یہی بچے معاشرے کا فخر بنیں گے۔ یاد رکھیں، خصوصی بچے کمزور نہیں ہوتے، بلکہ انہیں صرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

احمد علی عتیق

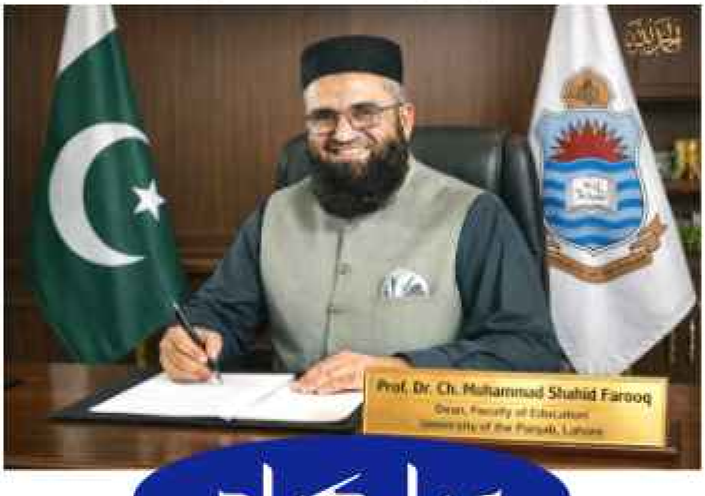

پروفیسر ملک محمد شریف

مبارکباد

ماہنامہ "علمیت" لاہور کے ارکان معروف ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر محمد شاہد فاروق کی بطور ڈین ادارہ تعلیم و تحقیق پنجاب یونیورسٹی تقرری پر اظہار مسرت کرتے ہیں اور دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اُن کی بطور ڈین تعیناتی طویل گراں قدر تعلیمی خدمات کا اعتراف ہے۔ ہم دُعا کرتے ہیں کہ رب ذوالجلال انہیں ادارہ تعلیم و تحقیق کے معیار تعلیم اور تدریس و تحقیق کی ترقی کے لیے ایک فعال کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

احمد علی ایڈیٹر، پروفیسر ملک محمد شریف ڈپٹی ایڈیٹر

مضامین کی بنیاد پر ورلڈ یونیورسٹی رینکنگز 2026 جاری

ایشیا کی 47 فیصد جامعات نے قانون، 32 فیصد نے تعلیم اور 29 فیصد نے آرٹس و ہیومینٹیز میں اپنی رینکنگ بہتر کی

THE World University Rankings 2026 by Subject

ٹائمز ہائر ایجوکیشن (THE) کی جانب سے جاری کردہ ورلڈ یونیورسٹی رینکنگز بائے سبجیکٹ 2026 نے عالمی اعلیٰ تعلیم میں بدلتے ہوئے رجحانات کو نمایاں کر دیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ایشیائی جامعات نے جہاں سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ اور ریاضی (STEM) کے شعبوں میں اپنی مضبوط پوزیشن برقرار رکھی ہے، وہیں انسانیات، سماجی علوم، قانون اور تعلیم جیسے شعبوں میں بھی غیر معمولی تیز رفتار ترقی دکھائی ہے۔

رپورٹ اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ اگرچہ امریکہ اور برطانیہ بدستور کئی مضامین میں سرفہرست ہیں، تاہم ایشیا کی جامعات اب یورپ اور شمالی امریکہ کے مقابلے میں سماجی علوم اور انسانیات میں زیادہ تیزی سے اوپر آ رہی ہیں، جو عالمی تعلیمی طاقت کے توازن میں ایک بڑی تبدیلی کا عندیہ ہے۔

World University Rankings by Subject 2026:methodology explained

عالمی سطح پر سرفہرست جامعات

رینکنگز کے مطابق مختلف مضامین میں درج ذیل جامعات نے پہلی پوزیشن حاصل کی:

MIT (امریکہ): آرٹس و ہیومینٹیز، بزنس و اکنامکس اور سوشل سائنسز

ہارورڈ یونیورسٹی: انجینئرنگ اور لائف سائنسز

اسٹینفورڈ یونیورسٹی: تعلیم اور قانون

آکسفورڈ یونیورسٹی (برطانیہ): کمپیوٹر سائنس اور میڈیکل اینڈ ہیلتھ

کیمبرج یونیورسٹی: نفسیات

ہارورڈ، اسٹینفورڈ اور کیمبرج وہ واحد جامعات ہیں جو تمام 11 مضامین کی ٹاپ 10 فہرست میں شامل رہیں۔

ایشیا کی نمایاں پیش رفت

رپورٹ کے مطابق ایشیائی جامعات نے کئی شعبوں میں غیر معمولی بہتری دکھائی:

چین نے کمپیوٹر سائنس، انجینئرنگ اور فزیکل سائنسز میں ٹاپ 10 میں نئی جگہیں حاصل کیں

پیکنگ یونیورسٹی کمپیوٹر سائنس میں 10 ویں اور انجینئرنگ میں 8 ویں نمبر پر پہنچ گئی

نیشنل یونیورسٹی آف سنگاپور پہلی بار لائف سائنسز میں ٹاپ 20 میں شامل ہوئی

ایشیا کی 47 فیصد جامعات نے قانون، 32 فیصد نے تعلیم اور 29 فیصد نے آرٹس و ہیومینٹیز میں اپنی رینکنگ بہتر کی

ماہرین کے مطابق یہ رجحان اس بات کا ثبوت ہے کہ ایشیائی تعلیمی نظام اب صرف STEM تک محدود نہیں رہے بلکہ سماجی و فکری علوم میں بھی منظم اور سنجیدہ سرمایہ کاری کی جا رہی ہے۔

ماہرین کی آرا

ہیروشیما یونیورسٹی کے پروفیسر فوتا ؤ ہوانگ کے مطابق:

"ایشیا میں سائنسی ترقی کی رفتار نسبتاً سست ہوئی ہے، مگر اسی دوران قانون، تعلیم اور انسانیات میں بڑھتی سرمایہ کاری نے ان شعبوں میں تیز رفتار بہتری کو جنم دیا ہے۔"

بوسٹن کالج کے پروفیسر فلپ آلٹ باخ کا کہنا ہے:

"عالمی اعلیٰ تعلیم اب کثیر قطبی (Multipolar) نظام کی طرف بڑھ رہی ہے، جہاں مغربی دنیا کی بالادستی بتدریج کم ہو رہی ہے، جو تعلیمی ترقی کے لیے ایک مثبت رجحان ہے۔"

پاکستان، HEC اور عالمی رینکنگ کا خلا

پاکستانی تناظر میں یہ رپورٹ ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) اور مقامی جامعات کے لیے ایک سنجیدہ سوالیہ نشان بھی ہے اور ایک موقع بھی۔ عالمی سبجیکٹ رینکنگز میں پاکستانی جامعات کی محدود موجودگی اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ:

HEC کی پالیسی ترجیحات اب بھی زیادہ تر سائنسی و تکنیکی شعبوں تک محدود ہیں

قانون، تعلیم، سیاسیات، معاشیات اور سماجیات میں تحقیقی سرمایہ کاری ناکافی ہے

بین الاقوامی معیار کی اشاعت (High-impact publications) اور عالمی اشتراک کمزور ہیں

پی ایچ ڈی طلبہ اور فیکلٹی کی تحقیق عالمی رینکنگ کے تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ نہیں

ایشیائی ماڈل اور پاکستان کے لیے سبق

چین، سنگاپور اور جنوبی کوریا جیسے ممالک میں:

سماجی علوم میں ادارہ جاتی فنڈنگ

بین الاقوامی جرائد میں اشاعت کی حوصلہ افزائی

اور فیکلٹی کی عالمی سطح پر تربیت نے عالمی رینکنگ میں نمایاں بہتری پیدا کی ہے۔ ماہرین کے مطابق اگر پاکستان بھی اسی طرز پر HEC کے تحقیقی فریم ورک کو وسعت دے تو آئندہ دہائی میں مقامی جامعات کے لیے عالمی سطح پر ابھرنے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔

مستقبل کا راستہ

ورلڈ یونیورسٹی رینکنگز بائے سبجیکٹ 2026 واضح کرتی ہیں کہ عالمی اعلیٰ تعلیم اب مغربی اجارہ داری سے نکل کر کثیر قطبی نظام کی جانب بڑھ رہی ہے۔ اگر پاکستان بروقت پالیسی اصلاحات، سماجی علوم میں سرمایہ کاری اور تحقیقی معیار کو ترجیح دے تو یہ تبدیلی ملک کے لیے تعلیمی بحالی کا موقع بن سکتی ہے بصورت دیگر عالمی تعلیمی دوڑ میں فاصلہ مزید بڑھنے کا خدشہ رہے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر احمد بلال اور پروفیسر ڈاکٹر خطیب حسین نو منتخب ڈین آئی ای آر پروفیسر ڈاکٹر محمد شاہد فاروق کو مبارکباد دیتے ہوئے۔

وائس چانسلر یو ای ٹی ڈاکٹر شاہد منیر تیانجن یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عدیل سے ملاقات کرتے ہوئے۔

وفاقی وزیر ریلوے حنیف عباسی کا کالجز کی صوبائی ہاکی چیمپئن شپ کی فاتح ٹیم کے ہمراہ گروپ فو

پرو وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر عبدالروف انگری کیمونٹی کالج فیکلٹی آف ایگریکلچر اینڈ انوائرنمنٹ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کے زیر اہتمام اعلیٰ سطح اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں

وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد کامران، وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سعید احمد بزدار اور دیگر انسٹیٹیوٹ آف فزکس اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے زیر اہتمام فزکس کے شعبے میں ابھرتے ہوئے رجحانات پر دو روزہ بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں

فروغ علم اور تعلیمی سرگرمیوں سے آگاہی کے لئے ماہنامہ علمیت لاہور کے خریدار بنیں

پروفیسر ڈاکٹر محمد شاہد فاروق کی بطور ڈین ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب تقرری پر وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی ڈاکٹر محمد علی شاہ، سابق ڈائریکٹر آئی ای آر پروفیسر ڈاکٹر رفاقت علی اکبر، پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید، لیڈز یونیورسٹی اور آئی ای آر کے اساتذہ اور طلباء کی طرف سے مبارکباد دینے کے مناظر۔